الحاد: تعارف اور تاریخ-ایک تحقیقی جائزہ

Atheism: Introduction & History; An Analytical Review

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Shahbaz Abbasi
M.Phil Islamic Studies, Lecturer Alhamd Islamic Universty
Islamabad.
Email:shahbazabbasi92@gmail.com
Ahmad Raza
M.Phil Islamic Studies UET Lahore.
Email:nizami67@hotmail.com

Abstract: Atheism refers to the denial of the existence of Almighty God. A society where atheistic thinking is on the rise, the society is on the verge of destruction. People with atheistic ideas, especially the youth, fall prey to many social and cultural, spiritual and moral, mental and psychological evils. Today our society is surrounded by many moral and social obscenities. In these circumstances, it is the duty of Muslim scholars in a Muslim society to shed light on the nature of atheism and its causes, to refute atheistic ideas through scientific arguments, and to adopt policies in the education and training of the younger generation. The definition, history and nature of atheism have been highlighted in this article for the same purpose.

Keywords: Atheism, Islam, Atheistic Movements.

خلاصہ

الحاد کا مطلب خداوند تعالیٰ کے وجود کا انکار ہے۔ جس معاشرے میں الحادی سوچ پروان چڑھنے لگے وہ معاشرہ تباہی کے راستے پر چل نکلتا ہے۔ الحادی افکار کے حامل افراد، خاص طور پر نوجوان بہت سی سماجی اور ثقافتی، روحانی اور اخلاقی، ذہنی اور نفسیاتی برائیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ آج ہمارا معاشرہ بہت سی اخلاقی اور معاشرتی فحاشیوں میں گھرا ہوا ہے۔ ان حالات میں ایک مسلم معاشرہ میں مسلمان اسکالرز کا یہ فریضہ ہے کہ وہ الحاد کی ماہیت اور اس کے موجبات پر روشنی ڈالیں، علمی دلائل کے ذریعے الحادی افکار کا ابطال کریں اور نوجوان نسل کی تعلیم و تربیت میں ایسی پالیسیاں اپنائیں جو الحادی افکار کے پھیلاو کا سدّباب کر سکیں۔ پیش نظر مقالہ میں اسی غرض و غایت کے تحت الحاد کی تعریف، تاریخ اور ماہیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: الحاد، اسلام، لادینیت

الحاد کا لغوی معنی

الحاد کا مادہ (ل۔ح۔د) ہے جس کے معنیٰ حق سے انحراف کرنا ہے۔لحد۔ یلحد۔لحدا فی الدین، یعنی: "مذہب سے پھر جانا، دین میں طعن کرنا، جھگڑا کرنا، احکام خداوندی کو ترک کرنا۔"[1]

الحاد کا اصطلاحی معنیٰ و مفہوم

الحاد کی مختلف تعریفیں بیان کی گئی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

Atheism means that the belief that God doesnot exist.[2]

یعنی: "الحاد کا مطلب یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ خدا کا کوئی وجود نہیں ہے اور اس کا مخالف لفظ توحید پرستی ہے۔"

امام راغب اصفہانی الحاد کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ترک القصد فیما امربه و أشرک باللہ أو ظلم أو احتکر الطعام[3] یعنی: "الحاد کے معنی جس بات کا حکم دیا گیا ہے اس کا ارادہ ہی نہ کرنا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، ظلم کرنا اور خوراک کی ذخیرہ اندوزی ہے۔"

تاج العروس کے مطابق:

أَشْرَكَ باللّٰه تعالى هكذا في سائِر النُّسخ التي بأَيدينا ونقَلَه المصنّف في البصائرِ عن الزَّجَّاج والذي في أُمَّهات اللغةِ: وقيل: الإِلْحَادُ فيه: الشَّكُّ في اللهِ قاله الزَّجَّاجُ هكذا نقلَه في اللسان فلْيُنْظَر أَو أَلْحَدَ في الحَرَمِ: ظَلَمَ وهو أَيضاً قولُ الزَّجَّاج أَو اَلْحَدَ في الحَرَمِ: احْتَكَرَ الطَّعَامَ فيه وهو مأْخُوذ من الحَدِيث عن عُمَرﷺ احْتِكَارُ الطَّعَامِ في الحَرَمِ إِلْحَادٌ فِيه.[4] یعنی: "کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا الحاد ہے۔ ہمارے پاس جس قدر بھی نسخے ہیں وہ البصائر کے مصنف زجاج اور لغت کی بڑی کتب یہی معنی بیان کرتی ہیں اور اس کے معنی میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ کی ذات میں شک کرنا اس کو زجاج نے بیان کیا اور لسان العرب میں بھی اس طرح نقل کیا گیا ہے تو غور و فکر مطلوب ہے یا (اس کا معنی یوں بھی ہے) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا حرم میں الحاد کرنا، ظلم کرنا وغیرہ کے زمرے میں آتا ہے۔ حضرت عمر سے ماخوذ ہے کہ خوراک کی ذخیرہ اندوزی کو بھی الحاد کہتے ہیں۔"

مندرجہ بالا تعریفات سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ الحاد درحقیقت کوئی مذہب نہیں بلکہ ایک طرز فکر اور سوچ کا نام ہے۔ایسی منحرف سوچ جس میں ہر وہ عمل شامل ہے جو عقیدۂ توحید اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے فرمودات سے ٹکرائے اور خالق کے مدّمقابل مخلوق کو لا کھڑا کرے۔ خدا اور مذہب پر یقین نہ رکھنے والوں کو "مُلحِد" کہا جاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کسی خالق کو سرے سے مانتے ہی نہیں بلکہ ان کے نزدیک خدا، دیوتا یا مافوق الفطرت ہستیوں کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

الحاد کے مترادف الفاظ

لغت کی کتابوں میں "دہریہ" اور "زندیق" الحاد کے مترادف الفاظ ہیں۔علم الکلام کے ماہرین نے بھی الحاد کی اصطلاح کے ساتھ "زندیق" کا لفظ اس کے مترادف کے طور پر استعمال کیا ہے جس کے معنی بے دین ہونا، بداعتقاد ہونا(صفت)، نیز باطن میں کفر اور ظاہر میں ایمان بیان ہوئے ہیں[5] احمد امین فرماتے ہیں کہ : "عربی زبان میں زندیق کا لفظ نہیں تھا۔عرب لوگ جب اس مفہوم کو ادا کرنا چاہتے تھے تو ملحد یا دہری کہا کرتے تھے ۔"[6] امام جوہری لفظ"زندیق" کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ:الزّنديق من الثّنويّة، وهو معرّب، والجمع: الزّنادقة، والهاء (أي التّاء الموقوف عليها بالهاء) عوض من الياء المحذوفة، وأصله زناديق، (والفعل من ذلك) تزندق، والاسم: الزّندقة[7] یعنی: "زندیق ثنویت کی ایک شاخ ہے۔یہ لفظ معرب ہے جس کی جمع زنادقہ آتی ہے۔ تزندق اس سے فعل اور زندقة اسم آتا ہے۔"

اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ زندقہ بھی یہودیت اور نصرانیت کی طرح کوئی خاص مذہب ہے اور عام طور پر الحاد اور بددینی کے معنوں میں اس کا استعمال ایک نئے معنی ہیں جو بعد میں پیدا ہوئے ہیں۔مندرجہ بالا تعریفات سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ لفظ زندیق بھی الحاد سے ملتا جلتا ایک قسم کا کفر نفاق ہے۔ یعنی ایسا شخص جو ظاہر میں قرآن اور احادیث نبوی ﷺ کو ماننے کا دعوی اور اقرار کرے لیکن آیات قرآنی کے معانی ایسے گھڑے جو دوسری نصوص قرآن وسنت اور اصول اسلام کے منافی ہوں ۔ الغرض یہ کہ زنادقہ وہ لوگ ہوئے جنھوں نے فکری و عملی دونوں صورتوں میں اسلام سے انحراف کیا اور الحاد کے راستے میں پڑتے گئے۔

قرآن کی روشنی میں الحاد کے معانی

قرآن مجید میں لفظ الحاد کا اطلاق سیاق وسباق کے مطابق مختلف معانی پر ہوا ہے۔قرآن مجید میں یہ کلمہ کبھی لغوی معانی میں استعمال ہوا ہے اور کبھی اصطلاحی معنی میں۔ مجموعی طور پر قرآن مجید میں الحاد کا لفظ کجروی، پناہگاہ اور انحراف کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

- اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَّاۗءَ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْم (25:22) ترجمہ: "بیشک جن لوگوں نے کفر کیا ہے اور (دوسروں کو) اللہ کی راہ سے اور اس مسجد حرام (کعبۃ اللہ) سے روکتے ہیں جسے ہم نے سب لوگوں کے لئے یکساں بنایا ہے اس میں وہاں کے باسی اور پردیسی (میں کوئی فرق نہیں)، اور جو شخص اس میں ناحق طریقہ سے کج روی (یعنی مقررہ حدود و حقوق کی خلاف ورزی) کا ارادہ کرے ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔"

اس آیت میں الحاد کا لفظ کجروی یا خلاف ورزی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

- وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا (27:18) ترجمہ: اور آپ وہ (کلام) پڑھ کر سنائیں جو آپ کے رب کی کتاب میں سے آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، اس کے کلام کو کوئی بدلنے والا نہیں اور آپ اس کے سوا ہرگز کوئی جائے پناہ نہیں پائیں گے۔"

اس آیت میں لفظ الحاد کا معنیٰ جائے پناہ کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

- قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا (22:72) ترجمہ: "آپ فرما دیں کہ نہ مجھے ہرگز کوئی اللہ کے (اَمر کے خلاف) عذاب سے پناہ دے سکتا ہے اور نہ ہی میں قطعاً اس کے سوا کوئی جائے پناہ پاتا ہوں۔"

اس آیت میں لفظ ملتحدا جائے پناہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

جن آیات میں الحاد کا معنیٰ انحراف کے طور پر استعمال ہوا ہے وہ درج ذیل ہیں:

- وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (180:7) یعنی: "اور اللہ ہی کے لئے اچھے اچھے نام ہیں، سو اسے ان ناموں سے پکارا کرو اور ایسے لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے انحراف کرتے ہیں، عنقریب انہیں ان (اعمالِ بد) کی سزا دی جائے گی جن کا وہ ارتکاب کرتے ہیں۔"
- وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ (103:16) ترجمہ: "اور بیشک ہم جانتے ہیں کہ وہ (کفار و مشرکین) کہتے ہیں کہ انھیں یہ (قرآن) محض کوئی آدمی ہی سکھاتا ہے، جس شخص کی طرف وہ بات کو حق سے ہٹاتے ہوئے منسوب کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن واضح و روشن عربی زبان (میں) ہے۔"

ان تمام آیات بینات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہی نتیجہ مترشح ہوتا ہے کہ خلاق عالم نے انسانی طبیعت میں طاغوتی فکر کے عیارانہ خیالات کو عیاں فرمایا ہے کہ کج روی اور صحیح راہ سے انحراف فطرت قبیحہ کا خاصہ ہوتا ہے۔ ان تمام آیات سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ الحاد کا معنی صحیح راہ سے انحراف کے ہیں۔

الحاد کا مفہوم احادیث کی روشنی میں

الحاد کا لفظ حدیث میں بھی استعمال ہوا ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبْغَضُ النَّاسِ إِلَى اللَّهِ ثَلَاثَةٌ مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ وَمُبْتَغٍ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةَ

الْجَاهِلِيَّةِ وَمُطَّلِبُ دَمِ امْرِئٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لِيُهَرِيقَ دَمَهُ[8] یعنی: "ابوالیمان، شعیب، عبداللہ بن ابی حسین، نافع بن جبیر، حضرت ابن عباس (ر) سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ مبغوض (یعنی برا) اللہ کے ہاں تین شخص ہیں، حرم میں ظلم کرنے والا، اسلام میں جاہلیت کا طریقہ تلاش کرنے والا اور کسی شخص کا خون ناحق طلب کرنے والا، تاکہ اس کا خون بہائے۔"

اس حدیث مبارکہ میں ملحد کا معنی ظلم کے مدمقابل استعمال ہوا ہے۔

الحاد کی اقسام

الحاد کا موضوع اتنی وسعت پا چکا ہے کہ موجودہ دور کے مفکرین نے اس کو درج ذیل تین اقسام میں تقسیم کر دیا ہے:

1. الحاد مطلق

الحاد مطلق کی تعریف بیاں کرتے ہوئے محمد دین جوہر لکھتے ہیں کہ:

"Gnosticism" سے مراد ہے علم یا معرفت رکھنا۔ یہ ملحدین خدا کے انکار کے معاملے میں شدت کا رویہ رکھتے ہیں۔ یہ لوگ روح، دیوتا، فرشتے، جنت و دوزخ اور مذہب سے متعلقہ روحانی امور اور مابعد الطبیعاتی (meta physical) امور کو کسی بھی صورت تسلیم نہیں کرتے۔ ان کا دعوی ہے کہ وہ اس بات کا اچھی طرح علم رکھتے ہیں کہ انسان اور کائنات کی تخلیق میں کسی خالق کا کمال نہیں ہے بلکہ یہ خود بخود وجود میں آئی ہے اور فطری قوانین(laws of nature) کے تحت چل رہی ہے۔ اس نقطہ نظر کے حامل لوگوں کو Gnostic Athie کہا جاتا ہے۔ عام طور پر جب ملحدین یعنی اتھیسٹ کا ذکر ہوتا ہے تو ملحدین سے مراد یہی طبقہ ہوتا ہے۔"[9]

2. لاادریت

"لاادریت" Agnostism سے مراد ایسے عقیدے کا حامل جو یہ تصور رکھتا ہو کہ نا ہم خدا کا علم رکھتے ہیں اور نہ ہی اس کا علم رکھ سکتے ہیں۔اس حوالے سے محمد دین جوہر اپنی کتاب "الحاد ایک تعارف" میں "لاادریت" کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ: "عام معنوں میں اس سے مراد خدا کو اپنے ادراک (سوچ، سمجھ) سے ماوراء سمجھ کر اس معاملے میں سکوت کا رویہ اختیار کرنا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ خدا ہے یا نہیں، ہم اس بارے میں کچھ نہیں کہ سکتے۔ ہمیں اس بارے میں صرف یہ سوچنا چاہیے کہ "ہمیں معلوم نہیں ہے" ان لوگوں کو Agnostic Athiest کہا جاتا ہے۔اس عقیدے کے ماننے والے لوگ خدا کے انکار واقرار دونوں سے دور رہتے ہیں۔"[10]

3. ڈیزم

ڈیزم Deism سے مراد ایسے افراد جو یہ عقیدے رکھتے ہیں کہ خدا اس کائنات کا خالق و مالک ہے۔ لیکن اس نے کائنات کو بنا کر چھوڑ دیا ہے۔ اب انسان جانے یا دنیا جانے۔ اس حوالے سے محمد دین جوہر فرماتے ہیں کہ: "یہ

نظریہ خدا کو صرف ایک خالق کائنات کی حد تک ماننے کا اصرار کرتا ہے۔اس نظریے کے قائل لوگوں کے مطابق خدا کائنات کو وجود میں لاکر اور اس کے لیے مقررہ قوانین بنا کر خود کو معطل کر چکا ہے لہٰذا نظام کائنات میں اب کسی ہستی کی مداخلت نہیں ہے اور اس کائنات کا اب کوئی ناظم نہیں ہے۔"[11]

الغرض جدید دور میں الحادی سوچ کا تعین مندرجہ بالا افکار کی روشنی میں عیاں ہے۔

الحاد کی تاریخ

الحاد ہمیشہ انسانی معاشروں میں رہا ہے لیکن یہ کبھی قوت نہیں پکڑ سکا۔ کیونکہ دنیا بھر میں یا تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متبعین ،ایک اللہ کو رب ماننے والے غالب رہے یا پھر شرک کا غلبہ رہا۔ چند ملحد فلسفیوں کو چھوڑ کر تاریخ میں انسانوں کی اکثریت ایک یا کئی خداؤں کے وجود کی بہر حال قائل رہی ہے۔ قدیم زمانے میں مذہب کے مقابلے میں الحاد و دہریت کا پھیلاؤ اس لیے بھی کم رہا کہ انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے پیغام کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔اور ان انبیاء کے مقابلے میں مشرکین اور منافقین اپنی زور آزمائی میں کبھی پیچھے نہیں رہے۔بڑے مذاہب مثلا بدھ مت کے ہاں اگرچہ خدا کا کوئی واضح تصور نہیں پایا جاتا تاہم دیوتاؤں پر "بدھ مذہب" کے ماننے والے بھی یقین رکھتے تھے۔اس کے علاوہ دنیا میں چند فلسفی ایسے بھی گزرے جنہوں نے خدا کی وحدانیت کو مختلف صورتوں میں تسلیم کیا ہے۔ مثال کے طور پر ڈیکارٹ کا تصور وحدانیت یہ ہے کہ: "میں ایک کامل واکمل ہستی کا تصور رکھتا ہوں جو ایک ایسے جوہر کی حیثیت رکھتی ہو جو لامتناہی ،ازلی وابدی ، قائم بذات اور غیر محتاج ہو اور میرے علاوہ تمام دیگر اشیائے کائنات کا خالق ہو۔"[12]

خلاصہ یہ کہ الحاد کے ادوار کو ہم مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

1. قدیم دور

الحاد کے آثار وعلامات ہمیں تاریخ کے ہر دور میں ملتے ہیں۔ کیونکہ جس دور میں اگر الحاد کا جائزہ لیا جائے تو روحانی استدلال کے مد مقابل شیطانی استدلال پیش کرنے والے افراد بھی اس دنیا میں موجود تھے۔چنانچہ تخلیق آدم کے دوران ابلیس کا انحرافی نقطہ نظر الحاد کے آغاز کا سبب تھا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ (2:34) ترجمہ: "اور جب فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو پس سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے ،اور وہ کافروں میں سے تھا۔" قرآن مجید کی اس آیت سے بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ سب سے پہلی انحرافی سرگرمی کا آغاز ابلیس کے سبب ہی وقوع پذیر ہوا۔

2. یونانی دور

یونانی دور میں بھی بہت سے افراد ایسے تھے جو ایک سے زائد علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ان میں ارسطو،

افلاطون اور دیگر شخصیات نے تصور الہ کے حوالے سے اپنے نظریات پیش کئے ہیں۔ لیکن اس دور میں مذہب کے مدمقابل فلسفیانہ عناصر زیادہ موجود تھے۔اس طرح یونانی دور میں فلسفیانہ عقائد کو بہت پذیرائی ملی کیونکہ اس دور میں ہر بات عقل کے پیش نظر ہوتی تھی جس کا واضح ثبوت تاریخ کی کتابوں میں ہمیں ملتاہے۔یونان میں الحادی فکر کے حوالے سے سید ابو الاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں کہ: "یونانی فکر لاتعین اور فرسودہ خیالات کے علاوہ کچھ نہ تھی۔دوسرے الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ یونانی فکر وجود کی منزل سے کبھی آگے نہیں جاسکا۔اسلامی اصطلاح میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یونانی مفکر عالم حیرت سے اوپر نہیں اُٹھ سکے۔"[13] خدا کے متعلق یونانی مفکر ارسطو کا عقیدہ یوں نقل کیا گیا ہے: "وہ ایک قوت مقناطیسی ہے،جو تمام اشیاء کو اپنی طرف کھینچتی ہے لیکن در حقیقت نہ وہ خالق ہے اور نہ خلق و خلقت سے اسے کوئی تعلق ہے۔"[14]

3. رومی دور

رومی دور کے حالات و واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے سید ابوالحسن ندوی فرماتے ہیں کہ: "رومی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ رومی اپنے مذہب و عقائد میں راسخ الایمان نہ تھے اور در حقیقت وہ اس بارے میں معذور بھی ہیں۔ اس لیے کہ جو مشرکانہ اور توہم پرستانہ مذہب روم میں رائج تھا اس کا متقاضہ یہ تھا کہ رومی علم میں جس قدر ترقی کرتے جائیں اور ان کے دماغ روشن ہو جائیں۔اتنی ہی اس مذہب کی بے توقیری اور اس کی عظمت میں کمی واقع ہو جائے۔"[15]

4. جدید دور

حضرت عیسی علیہ السلام کے دور سے پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی بعثت تک الحاد مختلف شکلوں میں چلتا رہا۔ اسلامی فتوحات کا نتیجہ میں بہت سی تہذیبیں اسلامی عقائد کے زیر اثر چلی گئیں۔اس دور میں بہت سے ایسے فلاسفر و حکماء پیدا ہوئے جنھوں نے مذہب کی ضرورت و اہمیت کو اجاگر کیا۔ تاہم بیسویں صدی میں مغربی تہذیب میں ایک بار پھر سے الحادی تفکرات ابھرنے لگے۔ دراصل مغربی تہذیب کا نسبی تعلق یونانی اور رومی تہذیب سے ہے۔ ان دونوں تہذیبوں نے اپنے ترکہ میں جو سیاسی نظام اور اجتماعی فلسفہ اور عقلی و عملی سرمایہ چھوڑا وہی اس کے حصے میں آیا۔ اس کے سارے رجحانات اور خصوصیات اس کو نسل در نسل منتقل کیے ہوئے ہیں۔ یونانی تہذیب مغربی تہذیب کا سب سے پہلا اور واضح نمونہ تھی۔ یہ وہ پہلا تمدن تھا جو خالص حسی فلسفہ حیات کی بنیاد پر قائم ہوا اور یونانی قوم ایک مخصوص نظریہ تمدن کے علمبردار کی حیثیت سے دنیا پر چھا گئی۔

مسلمانوں کے عروج کے ساتھ اس تمدن کو بھی زوال آیا مگر یہ دنیا سے نیست و نابود نہ ہوا اور اکیسویں صدی میں یہ ایک نئے انداز سے جلوہ گر ہوا اور اس دور میں نشاط ثانیہ اور اصلاح دین کی تحریکیں نمودار ہوئیں جنھوں نے

یورپ میں الحادی افکار کو خاصی ہوا دی۔ دراصل، جدید دور کا الحاد بہت سے مسائل سے مل کر بنا ہے۔ کیونکہ آج کا دور ٹیکنالوجی کا دور ہے جس نے انسان کی مشکل کو آسان ترین کر دیا ہے گھنٹوں کے فاصلے ابن منٹوں میں تبدیل ہونے لگے ہیں۔آج کا دور سوشل میڈیا کا دور ہے۔ نت نئی ویب سائٹس جو مذہب کے نام سے اپ لوڈ کی جارہی ہیں۔ جس میں اسلامی عقائد کو کمزور کرنے میں دشمنان اسلام کا کافی عمل دخل ہے اور ہر وقت اپنی رائے اور عقیدے کی بناء پر سادہ لوح انسانوں کو گمراہ کر رہا ہے۔آج فیس بک اور یوٹیوب میں آپ کو بیسیوں ایسے لیکچر مل جائیں گے جو معاشرے کو گمراہی کی طرف بآسانی دھکیل رہیں ہیں۔ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا ،موبائل ٹیکنالوجی اور انٹرنیٹ کی وسیع دنیا جس نے فاصلوں کو بہت کم کر دیا ہے۔اور دنیا کے ہر کونے کی رسائی کو انسان کی مٹھی میں تھما کر رکھ دیا ہے۔ جہاں اس ٹیکنالوجی کے فائدے بھی ہیں۔ وہیں پر اس کے نقصانات نے آج کے نوجوان طبقہ کو جو مذہبی اور اخلاقی اقدار سے آزادی دلادی ہے۔اس کی اندھیر نگری ساری قوم کے سامنے عیاں ہے۔ کس طرح ویب سائٹ کے ذریعے مسلمانوں کے اوپر عقائد ،معاشرت اور اسلامی تہذیب و تمدن کی دیواروں کو کھوکھلا کیا جارہا ہے۔اور وہاں پوری اسلامی قوم اپنی ناکامیوں کے پیش نظر بے بس کھڑی ہے۔ جس کو ہمارے نوجوان ماڈرن کلچر کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ذیل میں جدید دور کے الحاد و دہریت کی چند تحریکوں پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی جاتی ہے:

1) لادینیت

جدید دور میں الحاد و دہریت کو پروان چڑھانے میں جن تحریکوں نے فعال کردار ادا کیا، ان میں ایک تحریک "لادنیت" کی تحریک تھی جس نے یورپی معاشرے کو سیکولر بنانے کی سرتوڑ کوشش کی۔ یہ تحریک نہ صرف مغرب میں بلکہ دنیا کے اکثر و بیشتر خطوں میں اس کا اثر موجود رہا ہے۔لادینیت کی تعریف میں انسائیکلوپیڈیا آف بڑٹانیکا نے لکھا ہے کہ:

An ethical system which is founded againston the principles of natural morality and independent of revealed religion or supernaturalism.[16]

یعنی: "ایک ایسا غیر مذہبی نظام جو قدرتی اخلاقیات اور نازل شدہ مذہب سے آزاد یا روحانی نظام کے اصولوں کے خلاف ہو لادینیت کہلاتا ہے۔"

مولانا سید ابوالاعلی مودودی کے مطابق: "لادینیت کا مطلب یہ ہے کہ خدا اور اس کی ہدایت اور اس کی عبادت کے معاملے کو ہر شخص کی ذاتی حیثیت تک محدود کر دیا جائے اور انفرادی زندگی کے اس چھوٹے دائرے کے سوا دنیا کے باقی تمام معاملات کو ہم خالص دنیوی نقطہ نظر سے اپنی صوابدید کے مطابق خود جس طرح چاہیں طے کریں۔ان

معاملات میں یہ سوال خارج از بحث ہونا چاہیے کہ خدا کیا کہتا ہے اور اس کی ہدایت کیا ہے اور اس کی کتابوں میں کیا لکھا ہے۔"[17]

مندرجہ بالا تعریفات اور اقتباسات سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ لادینیت ایک ایسی فکر کا نام ہے جو انسان کی اخلاقی و روحانی اقدار کو کمزور کرتی ہے اور انسانی شعور میں اس کے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔لادینیت کی تحریک کے دو عمدہ اصول درج ذیل ہیں:

- انسان زندگی کی تمام جدوجہد اور دلچسپی کا مرکز صرف یہ دنیا اور اس کے معاملات ہیں۔ دوسری دنیا۔ خدا اور آخرت۔کا اول تو کوئی وجود نہیں ہے اور اگر ہو بھی تو اس سے کوئی سروکار نہیں۔
- انسانی زندگی کے تمام معاملات میں رہنمائی کے لئے ہماری عقل کافی ہے۔رہنمائی کے لئے کیس وحی الٰہی یا آسمانی ضابطہ حیات کی ضرورت نہیں ہے۔[18]

یہ وہ اصول ہیں جن پر لادینیت کی عمارت قائم ہے اور گذشتہ چار صدیوں سے یہی فکری رجحان اہل یورپ کے دل و دماغ پر تسلط جمائے ہوئے ہے۔ دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد اہل یورپ نے یہی فکری رجحان ساری دنیا میں پھیلا دیا۔آج ساری دنیا کا علمی مزاج اور انداز فکر لادینیت کی طرف مائل ہے۔اس حوالے سے سید محمد قطب لکھتے ہیں: "آج مغربی زندگی جن مشکلات کی لپیٹ میں ہے وہ انسان اور اللہ کا تعلق منقطع ہونے اور مذہب سے علیحدگی کا نتیجہ ہے۔اس نتیجہ میں جو استحصال لوگوں کا خون چوسنا، سامراج اور سرکشی کی صورت میں پیدا ہورہا ہے۔ یہ مغربی تہذیب کا معاشی خلل نہیں بلکہ یہ نتیجہ ہے پوری میں منہمک ہونے کا، اللہ کی ہدایت سے دور ہونے کا۔"[19]

یہ وہی لادینیت کا مرض ہے جس سے چودہ سو سال قبل قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے لادینیت کے مرض اور اخلاق کے روگ سے اپنے بندوں کو آگاہ کر دیا تھا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسٰهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ (59:13) ترجمہ: "اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی انہیں اپنی جانوں سے بھلا دیا، یہی لوگ فاسق ہیں۔"

2) مادیت پرستی

مادیت پرستی، الحاد کی وہ شکل ہے جو مذہب کے لیے سب سے زیادہ نقصان دہ ثابت ہوئی ہے۔اس نے دنیا اور دین میں تفریق پیدا کر دی جس کے سبب انسانی معاشرہ دو طبقات میں تقسیم ہوگیا۔اور اسی معاشرتی رویے کے زیر اثر انسان کو نتائج بھی حاصل ہو جاتے ہیں۔ بقول بعضے: "وہ مذہب اور اخلاق کی قیود سے آزاد ہو کر کچھ عرصے کے لیے تو پھولا نہ سمایا لیکن اسے پتہ چل گیا کہ اس کا انجام سوائے پریشانی اور غم کے کچھ نہیں۔اس وقت فلسفہ مادیت کے زیر اثر زندگی گذارنے والا ہر انسان اس قدر پریشانی اور غم کے سوا کچھ نہیں۔اور انسان کی کی پریشانی اتنی

وسعت اختیار کر چکی ہے کہ وہ ذہنی مریض کے ڈاکٹر کے پاس جانے کے لیے تیار ہے۔ وہ اپنے طریقہ زندگی سے تنگ آ چکا ہے اس کو اپنی ذات سے اور ماحول سے نفرت ہے۔۔۔"[20]

دراصل، مادیت پرستی سے مراد مادی اجسام، دنیاوی عیش وعشرت سے محبت، شکم پروری اور تن آسانی ہے۔ انسان کے دو روپ ہیں ایک ظاہر دوسرا باطن ! اگر انسان ظاہر پرست ہو جائے تو دنیا کے رنگوں میں کھو جاتا ہے اور اگر باطن کا رنگ چڑھ جائے تو دنیا کے عارضی اور پھیکے رنگوں سے بالکل عاری ہو جاتا ہے۔مادیت پرستی کے غلبہ تلے پلا ہوا انسان اکثر وبیشتر اپنے ذاتی مفاد کے حصول کے لیے ہی تگ ودو کرتا ہے۔ چاہے اس کو جان کی بازی ہی کیوں نہ لگانی پڑے۔ چناچہ ایک مفکر لکھتا ہے کہ : "دنیا میں مادہ کے سوا کوئی چیز نہیں حتیٰ کہ انسان بھی صرف برقیہ اور سالبیہ ہی کی کرشمہ سازی ہے اسے اس دنیا میں اگر کسی چیز کی ضرورت ہے تو وہ مادی احتیاجات کی تسکین ہے۔"[21] ایک اور مفکر لکھتا ہے کہ : "مادیت پرست منکرین خدا کا یہ گروہ بے دیکھے، بے جانے، بے سمجھے اپنے اس وہم میں گرفتار ہے کہ وہ خود بخود ہستی جس پر نظام کائنات کی انتہا ہوتی ہے ان تمام کمالات سے مفلس اور عاری ہے اور اس لئے انہوں نے اپنے آپ کو پیغمبروں سے جدا کرنے کے لیے اس خود بخود ہستی کا نام بجائے خدا کے مادہ رکھ لیا ہے۔"[22]

ان تمام اقتباسات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ گذشتہ ادوار سے لے کر موجودہ دور کے حالات اور روپے پیسے کی طلب نے کس طرح اخلاقی اقداروں کو ہمارے معاشرے میں کھوکھلا کر دیا ہے۔ آج ہمارے معاشرے کی صورت حال یہ ہے کہ ہم روپیہ پیسہ ، سٹیٹس ، گاڑی، بنگلہ اور ان جیسی دوسری چیزوں کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ لیکن انسانیت اور بھائی چارے کو سرے سے ہی بھول چکے ہیں۔آج جب ہم اپنے معاشرے کو اس دلدل میں پھنسا دیکھتے ہیں تو پشیمانی اور ندامت کے سوا ہمیں کچھ نظر نہیں آتا۔ کیونکہ ہمارے ضمیر مردہ ہو چکے ہیں اور اسلامی تعلیمات جو کہ سادگی کا درس دیتی ہیں اس سے بالکل نابلد ہو چکے ہیں۔ چناچہ ایسے تمام امور ہمیں الحاد ودہریت کی طرف مائل کرنے کے لیے کافی ہیں۔

جدید تہذیب نے روح سے زیادہ مادہ پر زور دیا اور روحانیت کے مقابلے میں محسوسات کو ترجیح دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ افراد اجتماعی مقاصد کی بجائے اپنے ذاتی عیش وآرام اور خود غرضانہ مقاصد کے حصول کو زیادہ اہم سمجھنے لگے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید انسان جسمانی لذتوں کی تلاش میں گرداں نظر آتا ہے۔ مادیت پسندی کے حامی جو کسی خدا اور مذہب کے تصور کو زندگی پر لاگو نہیں کرتے ۔ان کے اخلاقی نظریے کے مطابق اگر انسان کو کسی چیز کی ضرورت ہے تو صرف جسمانی احتیاجات کی تسکین ہے۔

اس حوالے سے عبد الحمید صدیقی اپنے الفاظ میں یوں بیاں کرتے ہیں کہ :

"یورپ کا عام اور متوسط آدمی خواہ وہ جمہوریت پر ایمان رکھتا ہو یا فاشزم پر، سرمایہ دار ہو یا اشتراکی، جسمانی مشقت کرنے والا ہو یا دماغی محنت کرنے والا، وہ ایک ہی مذہب رکھتا ہے اور وہ مادی ترقی کی پرستش ہے اور اس کی غایت حیات صرف یہی ہے کہ وہ زندگی کو زیادہ سے زیادہ آسان، پر راحت اور عام محاورے کے مطابق قدرت سے آزاد بنا سکے۔ "[23]

الغرض مادیت پرستی ایک ایسا زہر تھا جس نے معاشرے میں اپنا اثر اس انداز سے چھوڑا کہ لوگ الحاد و دہریت کی زد میں آکر خدا کی ذات سے بھی انکار کرنے لگے. مذہب کی گرفت سے آزاد ہوتے چلے گئے اور اپنے خود ساختہ اصولوں پر چلنے لگے۔

3) عقلیت پرستی

Lexicon universal کے مقالہ نگار عقلیت پرستی کی تعریف کچھ یوں کرتے ہیں کہ:

In religion rationalism has been critical of accepted beliefs that cannot be logically justified.[24]

یعنی: "مذہب میں عقلیت پسندی در حقیقت ان تمام عقائد پر ناقدانہ جرح کرنے کا نام ہے جن کی کوئی منطقی توجیہہ نہ کی جاسکے۔"

Enc. Of the world book کے مطابق عقلیت پرستی کی تعریف یہ ہے:

Rationalism is an outlook that emphasized human reason and its ability to answer basic questions. "[25]

یورپ میں عقلیت پسندی کا دور تقریبا سترھویں صدی کے وسط سے شروع ہو کر اٹھارویں صدی کے وسط تک یا ۱۷۷۵ء تک چلتا ہے۔ معاشرتی سطح پر الحاد و دہریت کو تقویت دینے میں عقلیت پرستی کا تاریخی اعتبار سے کافی عمل دخل ہے۔ چونکہ ملحدین کا ہدف عقلی تنقید کی بنیاد پر قائم ہے۔ لہٰذا اس کے تاریخی پہلو کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ایک مفکر لکھتا ہے کہ:

"عقلیت پرستی کی داستان یہ ہے کہ سترہویں صدی کے وسط تک لوگ یہ طے کرچکے تھے کہ انسان کی جد و جہد کا میدان یہ مادی کائنات ہے اور انسان کا مقصد حیات تسخیر فطرت یا تسخیر کائنات ہونا چاہیے۔ لیکن مطالعہ فطرت کا طریقہ بھی مقرر کر دیا تھا۔ اب سوال یہ تھا کہ انسانی صلاحیتوں میں سے کون سی صلاحیت ایسی ہے جو تسخیر کائنات کے لیے زیادہ مفید ہو سکتی ہے اس دور نے یہ فیصلہ کیا کہ انسان صرف عقل (یعنی عقل جزوی اور عقل معاش) پر بھروسہ کر سکتا ہے۔"[26]

اس اقتباس کی روشنی میں ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ نظریہ عقل صرف حواس خمسہ کے گرد ہی گھومتا ہے۔ جبکہ الہام والقاء کا تعلق انسان کے باطنی مشاہدات سے ہے۔ عقلیت پرست، نظریہ جمالیات اور مذہب وغیرہ کے قبول ورد کا واحد معیار عقل ہی کو تسلیم کرتا ہے۔ان تمام نظریات کا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ الحاد کس انداز سے معاشرے میں اپنے قدم جماتا ہے اور اخلاقی اقدار کو کھوکھلا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

الغرض عقل پرستی کی متعصبانہ سوچ انسان کو الحاد و دہریت کے مزید قریب لے گئی۔عالم افکار میں عقل کی بالادستی نے مغربی انسان کو کیا دیا؟ اشرف المخلوقات کے درجہ سے گرا کر انسان کو حیوان بنادیا۔مذہب اور اخلاق کے لنگر سے کٹ کر یہ جہاز مادیت کی تند و تیز موجوں کے تھپیڑوں میں ہچکولے کھا رہا ہے۔ سمندر میں اس کی حیثیت ایک بے بس تنکے سے زیادہ نہیں جو وقت کے دھارے پر چار و ناچار بہا جا رہا ہے نہ منزل کا تعین ہے نہ خدا کا ساتھ ہے، نہ کارواں کی رفاقت حاصل ہے ۔ عقل کو خود مختار بنادیا اور وحی الٰہی کی رہنمائی سے محروم کر دینا، انسانیت کی تاریخ کا بھیانک المیہ ہے۔اسی طرح ہمارے معاشرے میں کئی ایسے نظریات نے بھی جنم لیا جس کا مقصد انسان کو بے حسی اور خود غرضی میں مبتلا کرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔

4) قومیت

دور جدید کے چند نظریات جو بحیثیت مجموعی فلسفہ حیات کی شکل میں اس انداز سے فروغ پائے کہ علمی و عملی شعبوں میں انہیں کی کارفرمائی دکھائی دیتی ہے ۔ان کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلے گا کہ بعض کے تحت الشعور اور بعض میں کھلے بندوں کس قدر لا مذہبی ذہنیت کی رونمائی ہے۔ انہیں نظریات میں سے ایک نظریہ، نظریہ قومیت و وطنیت ہے۔ یہ نظریہ میکولی کی طرف منسوب ہے۔اصل میں یہ رومی تھا جو دیگر علوم و فنون کے ساتھ روم سے برامد کیا گیا تھا لیکن چونکہ نئے دور میں میکولی نے اسے متعارف کروایا تو اس بنا پر اس کی طرف یہ بات منسوب ہو گئی ۔چناچہ وہ لکھتا ہے کہ: "سلطنت کے قیام و بقاء کے لیے رئیس کو اکثر اوقات معاہدوں، نیک نیتی، انسانیت اور مذہب کے خلاف عمل کرنا چاہیے۔"[27]

مذہب کے خلاء کو پر کرنے کے لیے مغربی مفکرین نے وطن پرستی اور قوم پرستی کے جذبہ کو پر کیا جو قلبی وابستگی عوام کو مذہب سے تھی وہی تعلق خاطر عوام کو وطن اور قومیت سے پیدا ہو گیا۔ اس طرح معلوم ہوا کہ قوم پرستی کی اصل روح، خود غرضی ہے ۔وطن پرستی کی فطرت میں انتشار کی قوتیں پنہاں تفریق در تفریق کا عمل وطنی قومیت کا خاصہ ہے۔بقول بعضے:

"مغرب کی لادینی ریاست ایک خاص مذہب کی پیداوار ہے ۔ وہاں پاپائی نظام نے جو شکل اختیار کرلی تھی اور مذہب کے نام پر بادشاہوں سے گٹھ جوڑ کے ذریعہ جن مظالم کو سند جواز دی گئی انہوں نے ایک رد عمل پیدا

کیا۔ عیسائیت کی مخالفت میں اتنی بے اعتدالی پیدا ہوئی کہ خود مذہب ہی کے خلاف بغاوت کردی گئی اور اس بغاوت کا سیاسی مظہر لادینی ریاست تھی۔"[28]

5) اشتمالیت

جنگ عظیم دوم کے بعد ۱۹۴۸ میں اس نظریہ کو پیش کیا گیا اور بعد ازاں اس نظریہ کو کافی تقویت ملی۔ اس تحریک کے بانیوں میں لینن اور کارل مارکس سرفہرست تھے۔ اور یہ بنیادی طور پر سوشلزم کی آخری حد تھی۔ چناچہ ایک مفکر لکھتاہے کہ: "اشتمالیت کے مذہب میں کارل مارکس کو خدا اور اس کے دست راست فریڈرک اینجلز کو پیغمبر کا درجہ حاصل ہے۔"[29]

الغرض کیمونزم وہ انداز فکر ہے جس میں خدا کے وجود کو ضروری نہ سمجھا جائے۔ اسی طرح ایک کیمونسٹ کس طرح مذہب اور اخلاقی اقدار کا پاس رکھ سکتا ہے لہٰذا کیمونزم کے خیالات نے الحاد ودھریت پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا۔

6) سماجیت

سوشلزم یا سماجیت سے مراد وہ نظام معیشت ہے جس میں ذرائع پیداوار حکومت کی ملکیت ہوتے ہیں۔ ان سے استفادہ کرنے کا کام مرکزی ادارہ کے سپرد ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں اس دور کے مادی نظریات بیشتر مغربی تہذیب کی کوکھ سے پیدا ہوئے ہیں۔ جو مادہ پرستی کی سب سے بڑی تہذیب ہے۔ اشتراکیت کا فتنہ بھی اسی تہذیب کی پیداوار ہے۔ اور آج کے دور میں پیدا ہونے والے مسائل بنیادی طور پر اسی فتنہ کی عکاسی کرتے ہیں۔ سماجیت ایک خالص مادہ پرستانہ نظریہ ہے اور اس کے نزدیک حقیقت بس وہی کچھ ہے جس کو ہم اپنے حواس خمسہ کے ذریعے معلوم کرسکیں جو حقائق ہمارے حواس کی گرفت سے باہر ہیں ان کے متعلق انسان کو کسی قسم کا تردد کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ چناچہ مختلف مفکرین نے اشتراکیت کی تعریف اپنے انداز سے کی ہے جن میں اینجلز، کارل مارکس، لینن سرفہرست ہیں۔

چناچہ اینجلز نے لکھا تھا: "مادہ ہی زندگی کی واحد حقیقت ہے۔"[30] اسی طرح کارل مارکس نے تصورِ خدا کے بارے میں یہ لکھا کہ: "خدا کا تصور ایک واہمہ ہے اور اس عالم کے ارتقائی وجود میں آج کے بادشاہ یا خدا کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں ہے۔"[31] لینن بھی وہ شخص تھا جس نے اپنے دور میں لبرل ازم اور اس فکر سے منسلک افکار کو معاشرے میں ہوا دی اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ اگر ہم اس کی کتابوں کا مطالعہ کریں تو ہمیں ایک بات بالکل واضح ہوگی جس میں وہ مذہب کے معاملے میں تنقیدی رویہ کو بڑھاوا دیتا ہے چناچہ وہ لکھتا ہے: "ہر سوشلسٹ اصولی طور پر دہریہ ہوتا ہے۔"[32]

سوشلزم کے مفسر اول نے اخلاق ، عقائد اور مذہب کو اقتصادی ناہمواری کا نتیجہ قرار دیا ہے وہ کہتا ہے کہ: "مذہب جاگیر دارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام کی تخلیق ہے۔چونکہ یہ نظام آہستہ آہستہ مر رہا ہے اس لیے مذہب بھی ختم ہو رہاہے۔"[33] اب اگراس طرح کے فلسفیانہ افکار معاشرے میں اجاگر ہوں گے تو عوام تو خود بخود انتشار کی طرف مائل ہوگی اور یہ فکر الحاد اور دہریت کی طرف مائل کرے گی۔ جس میں مذہبی نظریات پامال ہوں گے: "خدا کی ہستی کے معاملے میں ہمارا کہنا ہے کہ ہم خداپر یقین نہیں رکھتے اور ہمیں یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ مذہبی پیشواوں، زمینداروں اور سرمایہ داروں نے خداکا تصور پیدا کیا ہے تاکہ وہ بطور لوٹنے کھسوٹنے کے اپنے مفاذ کا تحفظ کر سکیں۔"[34]

جب اشتراکیت کو ان اصولوں پر جانچا جاتا ہے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ یہ نظریہ لامذہبی دور کے گذشتہ تمام نظریات سے ترقی یافتہ شکل ہے۔ اشتراکیت کا مشہور نقاد آر۔این کریوہنٹ لکھتاہے: "اشتراکیت ان نظریات کے مجموعہ کا نام ہے جنہوں نے ہماری زندگی کے اس خلاء کو پر کیا ہے جسے منظّم مذہب کے انہدام نے پیدا کیا تھااور اس نظام فکر وعمل کا مقابلہ اگر کیا جاسکتا ہے تو ایک دوسرے ہمہ گیر نظام حیات ہی سے کیا جاسکتا ہے۔تو ایک دوسرے ہمہ گیر نظام حیات ہی سے کیا جاسکتاہے جو کچھ دوسرے اصولوں کا علمبر دار ہو۔"[35]

الغرض یہ کہ سماجیت پسندوں کے اقوال پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس نظریہ کے تحت انسان اور کائنات کو ایک خاص زاویہ نگاہ سے دیکھا گیا ہے جس میں خدا، روح، مذہب اور اخلاق وغیرہ کاانسانی اقدار میں کوئی مستقل وجود نہیں ہے بلکہ یہ سب معاشی حالات کے تابع انسان کے وضع کردہ ہیں۔ان تمام ابحاث اور نظریات سے اس بات کااندازہ لگایا جاسکتاہے کہ معاشرے میں ایسے افراد بھی موجود ہیں جوآزادانہ اظہار خیال کے لیے شدت کاجذبہ رکھتے ہیں۔

7) جدید سائنسی دور

پچھلی صدیوں میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ سائنس اور مذہب دونوں ایک دوسرے سے جدا ہیں۔اور لوگوں نے اس نظریہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے سائنسی علوم میں دلچسپی لینا چھوڑدی۔ لیکن ایک بات ہمیں بھی یاد رکھنی چاہیے کہ سائنسی علوم میں ترقی کا سہرا مسلمان سائنس دانوں کو ہی جاتا ہے۔ جنہوں نے مختلف شعبہ جات میں ترقی کرکے پوری دنیا کو حیرت میں مبتلا کردیااور یہ سب قرآن مجید کی بدولت تھا۔ لیکن جب انہوں نے قران سے ناطہ توڑاتو وہی مسلمان زوال کا شکار ہوگئے چناچہ کچھ مسلم مفکرین ایسے بھی پیدا ہوئے جنہوں نے سائنسی علوم حاصل کرنے پر کفر کے فتوے بھی لگائے۔ لیکن جوں جوں انسان نے شعور کے میدان میں قدم رکھا تب اس کو سائنس کی اہمیت کے بارے میں پتاچلاکہ سائنس اور مذہب ایک دوسرے کتنے قریب ہیں جتنا کہ روح اور بدن کاآپس میں امتزاج ہے۔لہٰذا میرا استدلال یہ ہے کہ جن لوگوں نے سائنسی علوم کی طرف عدم دلچسپی کا مظاہرہ کیا انہوں نے دنیائے

اسلام کو پستی کی طرف دھکیلا۔ لہٰذا عوام الناس میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے جن کی تحاریر سے ہم اس بات کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس قدر منفی رویہ مسلم و غیر مسلم علماء وفلاسفہ کی جانب سے تھا۔ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ آج کے انسان کو سیدھی راہ بھٹکانے میں جدید سائنس کا بڑا کردار رہا ہے۔ سائنس علم کے فروغ کے ساتھ ساتھ تشخیص خداوندی کے نظریے پر کڑی نکتہ چینی ہوئی اور اہل مغرب نے سائنس کو الوہیت کے مقام پر بیٹھا دیا۔

آج کا دور الیکٹرانک میڈیا کا دور ہے۔ جس کے ذریعے سے انٹرنیٹ کے استعمال کو مد نظر رکھتے ہوئے ایسی ویب سائٹس تشکیل دی جارہی ہیں جو عقائد اسلامیہ میں بے شمار قسم کی خرافات پیدا کر رہی ہیں۔ اور اسلامی عقائد میں ردوبدل کرنے کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے۔ دوسرا فحش مواد کا بے دریغ استعمال کیا جارہا ہے۔ جس سے ہماری آنے والی نسل اخلاقی طور پر زوال کا شکار ہورہی ہے۔ اور یہ وبال صرف مغربی ممالک میں ہی نہیں بلکہ اسلامی ممالک بھی اس کی لپیٹ میں آچکے ہیں۔ لہٰذا اس کام سے چھٹکارا پانے کے لیے ہمیں بنیادی طور دین اسلام کو اپنی زندگی میں نافذالعمل کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اس موضی وبا سے چھٹکارا پایا جاسکے۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہوگا جب تک شریعت محمدی کو اپنی زندگی میں لاگو نہ کیا جائے۔

خلاصہ کلام

الحاد کے لغوی معنی مذہب سے پھرنا، دین میں طعن کرنا اور اصطلاحی معنی اللہ تعالیٰ کے وجود و ہستی کا انکار ہے۔ قرآن مجید میں "الحاد" کا لفظ کجروی، جائے پناہ اور انحراف کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ قرآن مجید میں دہریت کا لفظ کئی آیات میں مذکور ہے جس میں دہر کا معنٰی زمانہ کے مترادفات میں استعمال ہوا ہے۔ چونکہ زمانہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ دہر کے معنی یہ ہیں کہ جو خیر و شر اور خوشی و ناخوشی زمانہ کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ اس کا فاعل چونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہے لہٰذا زمانہ کو گالی دینا، اللہ تعالیٰ کو گالی دینے کے مترادف ہے۔ علم الکلام کے ماہرین نے زندیق کی لغوی معنی بے دین ہونا یا باطن میں کفر اور ظاہر میں ایمان ہونا کے کیا ہے۔ اصطلاح میں زندیق سے مراد ایسا شخص جو زمانہ کی بقاء کا قائل ہو اور بعض کے نزدی زندیق ثنویت کی ایک شاخ ہے۔

جدید دور میں الحاد مختلف شکلوں میں باقی ہے اور الحادی تحریک کے کارکن ساری دنیا میں سرگرم عمل ہیں۔ آگاہی اور اسلامی تعلیمات سے آگاہی کے فقدان کے سبب ہزاروں نوجوان الحادی افکار کی زد میں آرہے ہیں لہٰذا مسلمان دانشوروں کا یہ فریضہ ہے کہ الحاد کی مختلف شکلوں کو برملا کریں، ان کا فکری جواب دیں اور دین حق کے دفاع اور غلبہ میں اپنا کردار پیش کریں۔

*****

References

1. Lois Ma'louf, *Al-Munajjid* (Karachi, Dar Al-Asha'at, 1994), 914.

لوئیس معلوف، المنجد (کراچی، دارالاشاعت، 1994ء)، 914۔

2. Simon Black Burn, *Oxford Dictionary* (London, Oxford University Press, 2008), 35.

3. Raghib Imam, Isfahani, *Mufridat al- Qur'an*, (Lahore, Al-Muktabaa Al-Qasimi, 1943), 315.

راغب امام، اصفہانی، مفردات القرآن (لاہور، المکتبہ القاسمیہ، 1943ء)، 315۔

4. Muhammad b. Muhammad, Zubaidi, *Taj al-Arous* (Beirut, Dar al-Kutub al-Mawred, 1934), 2253.

محمد بن محمد، زبیدی، تاج العروس (بیروت، دارالکتب المورد، 1934ء)، 2253۔

5. Muhammad b. Ismail, Al-Bukhari, *Sahih Muslim* (Lahore, Farid Book stall,2005), 432, Hadith 5864.

محمد بن اسماعیل، البخاری، صحیح مسلم (لاہور، فرید بک سٹال ,2005)، 432، حدیث5866۔

6. Ahmad Amin, *Fajr al-Islam*, Chapter 2 (Beirut, Dar al-Kitab al-Arabi, 1971), 335.

احمد امین، فجر الاسلام، باب2 (بیروت، دارالکتاب العربی، 1971ء)، 335۔

7. Ibn Manzur, *Lisan Al-Arab*, Chapter 3 (Beirut, Dar Al-Sader, 1955), 140.

ابن منظور، لسان العرب، باب3 (بیروت، دارالصادر، 1955ء)، 140۔

8. Muhammad b. Ismail, Al-Bukhari, *Kitab Al-Tawhīd,* Vol. 8 (Lahore, Farid Book Stall, 2005), 384

محمد بن اسماعیل، البخاری، کتاب التوحید، ج8 (لاہور، فرید بک سٹال، 2005ء)، 386۔

9. Muhammad Din, Johar, *Al-Ahad* (Lahore, Kitab Mahal Darbar Market, 2017), 36.

محمد دین، جوہر، الحاد (لاہور، کتاب محل دربار مارکیٹ، 2017ء)، 36۔

10. Ibid.

ایضاً۔

11. Ibid.

ایضاً۔

12. Naim Ahmed, *Tarīkh Falsafah Jadeed* (Hyderabad Deccan, Jamia Osmaniyeh, 1931), 36.

نعیم احمد، تاریخ فلسفہ جدید (حیدرآباد دکن، جامع عثمانیہ، 1931ء)، 36۔

13. Syed Abu-al--A’ala, Mawdudi, *Islami Nizaam aurMaghrebi La-deeni*, Jamhouriat, (Lahore, Islamic Publications.1977), 11

سید ابوالاعلیٰ، مودودی، اسلامی نظام اور مغربی لادینی جمہوریت (لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، 1977ء)، 11.

14. Naim Ahmed, *Tarīkh Falsafah Eunān* (Hyderabad, Jamia osmaniye, 1944) 126.

نعیم احمد، تاریخ فلسفہ یونان (حیدرآباد دکن، جامع عثمانیہ، 1944ء)، 126۔

15. Abal--Hassan Ali, Nadwi, *Tarīkh Da`wat wa Azimat*, Vol. 1(lucknow, Afsat Press, 2006), 123.

ابوالحسن علی، ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، ج1 (لکھنوء آفسٹ پریس، 2006ء)، 123۔

16- The encyclopedia of America, C3, University of Texas Press, 1829), Francis lieber, 521.

17. Abu-al--A’ala, Mawdudi, *Islami Nizam-e Zindagi au es kay Bunyadi Tsawarāt*,(Lahore, Islamic Publications, nd), 268

ابوالاعلیٰ، مودودی، اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات (لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، سن ندارد)، 268۔

18. Muhammed Saleem, *Maghrabi Falsafah-e Ta’aleem Ka Tanqidi Mutala’a* (Lahore, Adara e Ta’aleemi Tehqeeq, 1981), 26.

محمد سلیم، مغربی فلسفہ تعلیم کا تنقیدی مطالعہ (لاہور، ادارہ تعلیمی تحقیق، 1981ء)، 26۔

19. Muhammed Qutb, *Insani Zandgi Mein Jamoud aur Irtiqa* (Gujrat, Karamat Ali Sheikh, 2002), 341.

محمد قطب، انسانی زندگی میں جمود وارتقاء (گجرات، کرامت علی شیخ، 2002)، 341۔

20. Ghal-amMurtaza Malik, *Wujoud-e Bari Ta’ala aur Tauhīd*, (Gujrat, Maktaba e Qur'aniteNewgarden,1994), 242.

غلام مرتضیٰ ملک، وجود باری تعالیٰ اور توحید (لاہور، مکتبہ قرآنیت نیوگارڈن، 1994)، 242۔

21. Siddiqi, Abd al-Hamid, *Insaniyat ki Ta’amīr-e Nou aur Islam* (Lahore, Islamic Publishing House, 1976), 23.

عبدالحمید، صدیقی، انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام (لاہور، اسلامک پبلشنگ ہاؤس، 1976)، 23۔

22. Ibid.

ایضاً۔

23. Ibid, 23.

ایضاً، 23۔

24- Encyclopedia of Lexicon Universal (New York, lexicon publications, 1983.

25- Encyclopedia of world books.

26. Dr. Hassan Askari, *Jadīdat* (Delhi, Educational Publishing House, 1955), 47.

ڈاکٹر حسن عسکری، جدیدیت (دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 1955)، 47۔

27. Taqi Al-Amini, *La Mazhabi Dour ka Tarīkhi Pas-e- Manzar* (Ali Garh, Ali Garh University, 2013), 59

تقی الامینی، لامذھبی دور کا تاریخی پس منظر (علی گڑھ یونیورسٹی، 2013)، 59۔

28. Mawdudi, Abu-al--A'ala (1977A). *Islami Riyast* (Lahore, Islamic Publications), 24.

سید ابوالاعلیٰ، مودودی، اسلامی ریاست (لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، 1977ء)، 24۔

29. Muhammed Salim, *Maghrabi Falsafah-e Ta'aleem ka Tanqidi Mutala'a*, 163

محمد سلیم، مغربی فلسفہ تعلیم کا تنقیدی مطالعہ، 163۔

30. Akhtar Najib, *Siyasat wa Riyasat* (Lahore, Alami Kittab Khanah, 1982), 407.

اختر نجیب، سیاست وریاست (لاہور، علمی کتاب خانہ، 1982ء)، 407۔

31. Shaukat Ali Gilani, *Socialism aur Islam* (Karachi, Ansari Kutab Khanah, 1976), 30.

شوکت علی گیلانی، سوشلزم اور اسلام (کراچی، انصاری کتب خانہ، 1976)، 30۔

32.- Lenin,(a.d) VI, Lenin on Religion, 8.

33- J.A. Schumpter, (ad), Capitalism, Socialism and Democracy, 173.

34- Lenin, (A.D) Selected Works, C3, 467.

35. R-Ain Cryo Hunt, *Theory and Practice of Communism* (Penguin Books, University of Michigan, USA. 2004), 6.

آر۔این کریوہنٹ، تھیوری اینڈ پریکٹس آف کمیونزم (پینگوین بکس، مشی گن یونیورسٹی امریکہ، 2004)، 6۔